ضیاء محمد ضیاء

بلاغت کے چمن کا نغمہ پرداز

عُماری بھی ہوئے رُخصت جہاں سے
فضا معمور ہے آہ و فغاں سے

دلوں پر کوہِ غم اِک اور ٹوٹا
گری اِک اور بجلی آسماں سے

نظر آتا ہے ویرانی کا عالم
یہ کون آج اُٹھ گیا ہے درمیاں سے

یہ کون اُٹھا کہ فریاد اُٹھ رہی ہے
دلِ مرد و زن و پیر و جواں سے

دریغا ملتِ اسلامیہ آج
ہُوئی محروم مردِ راہ داں سے

امیرِ کاروانِ اہلِ ایماں
بچھڑ کر جا رہا ہے کارواں سے

وہ ساقی جس سے میخانہ تھا آباد
اُٹھا ہے آج بزمِ میکشاں سے

تہی ہے اب فضا اپنے چمن کی
نوائے عندلیبِ نغمہ خواں سے

درخشاں تھی جبیں جس سے وطن کی
وہ ماہِ ضوفشاں لائیں کہاں سے

بھڑک اُٹھا ہے دل میں شعلۂ غم
ہے جاری جُوئے خوں چشمِ رواں سے

بہر سُو نالہ و آہ و بکا ہے
بہر سُو محشرِ شیون بپا ہے

ہوا رُخصت امیرِ جیشِ احرار
گروہِ اہلِ حُریت کا سالار

وہ افرنگی ملوکیت کا دشمن
وہ آزادی کی عظمت کا پرستار

فلک کو چیرتی تھی جس کی تکبیر
فضا میں گونجتی تھی جس کی للکار

وہ تقدیس شریعت کا محافظ
وہ ناموسِ رسالت کا نگہدار

نگہ اس کی جمالِ حق سے روشن
دل اس کا عشقِ پیغمبر سے سرشار

وہ مردِ حق، وہ درویشِ خدا مست
رہا دل ماسوا سے جس کا بیزار

عطا جس کو ہوئی تھی چشمِ بینا
جسے بخشا گیا تھا قلبِ بیدار

توکل اور قناعت کا نمونہ
حمیت اور خود داری کا معیار

فقیر بے سرو ساماں کہ جس نے
نہ رکھا میر و سُلطاں سے سروکار

رہا اس رزمگاہِ زندگی میں
حوادث سے ہمیشہ گرمِ پیکار

وہ غازی، وہ مجاہد، وہ قلندر
وہ درویشی و استغنا کا پیکر

رہا باطل سے دائم برسرِ جنگ
تھی اُس کے حوصلوں پر یہ فضا تنگ

بتاتا تھا ہمیں اپنے عمل سے
کہ رُوباہی ہے شیروں کے لئے ننگ

زمیں تھی اس کی بے باکی پہ ششدر
تھا حق گوئی پہ اُس کی آسماں دنگ

غنا و فقر کا وہ نقشِ سادہ
وہ ذوق و شوق کی تصویر صد رنگ

وہ اُس کے شعلۂ تقریر کی آنچ — پگھل جاتے تھے جس سے آہن و سنگ
وہ اُس کا نعرۂ ھل من مبارز — لرز جاتی تھی جس سے رُوحِ افرنگ
وہ اُس کی رس بھری باتوں کا انداز — وہ اس کی پُرفسوں گفتار کا ڈھنگ
نوا پرداز تھا یُوں محفلوں میں — چمن میں جیسے اک مُرغ خوش آہنگ
صدا اُس کی جوابِ صوتِ بُلبُل — نوا اس کی حریفِ نغمۂ چنگ
نہ بھولے گا کبھی اس کو زمانہ — رہے گا دہر میں اس کا فسانہ
وہ میدانِ خطابت کا سبک تاز — وہ بزمِ شعر کا طاؤسِ طناز
گلستانِ فصاحت کا نوا سنج — بلاغت کے چمن کا نغمہ پرداز
تخیل میں ہمائے آسماں سیر — تفکر میں عقابِ چرخ پرواز
وہ اس کی زمزمہ خوانی کا اسلوب — وہ اس کی شعلہ گفتاری کا انداز
وہ اس کے نالۂ پُردرد کا سوز — وہ اس کے نغمۂ پُرکیف کا ساز
سخن میں لحنِ داؤدی کی تاثیر — تکلم میں دمِ عیسیٰ کا اعجاز
خطیبِ بے مثالِ عصرِ حاضر — جو تھا اپنے حریفوں میں سر افراز
جو اربابِ شریعت کا تھا ہمدم — جو اصحابِ طریقت کا تھا ہمراز
وہ ملت کے لئے سرمایۂ فخر — تھا جس کی ذات پر اسلام کو ناز
سُنیں گے اب کہاں ہم اس کی باتیں — سُنیں گے اب کہاں ہم اس کی آواز
ہوئی دورِ سلف کی داستاں بس — ضیاء تم بھی کرو اپنا بیاں بس

سر شیخ عبدالقادر، کی جان پہچان اور تعلقات کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ سر سید احمد خاں سے لے کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور داغ سے لے کر حفیظ جالندھری تک، ہر شخص سے ان کے یکساں مراسم تھے۔ باتیں کرنے پر آتے یا گزری ہوئی صحبتوں کا حال بیان کرتے تو سماں باندھ دیتے تھے۔ حافظے کی یہ کیفیت تھی کہ نصف صدی قبل کے واقعات ان کے ذہن میں یوں محفوظ تھے گویا کل کی بات ہے۔ تفصیلات و جزئیات تک یاد تھیں۔ ایک روز فنِ خطابت پر گفتگو ہو رہی تھی۔ محفل میں کسی شخص نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سحر کلامی کی بہت تعریف کی۔ شیخ صاحب کہنے لگے۔ ہاں بھائی، عطاء اللہ شاہ بخاری خوب بولتے ہیں۔ لیکن محسن الملک مرحوم بھی کسی سے کم نہ تھے۔

(عاشق حسین بٹالوی۔ چند یادیں چند تاثرات ص ۳۵)